شعر میں محبوب کے ''زود پشیماں'' ہونے کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، جس کا عاشق کو فائدہ نہیں پہنچا۔ بقول مومن:

وہ آئے ہیں پشیماں لاش پر اب
تجھے اے زندگی لاؤں کہاں سے

شعر 7: حیف اُس چار گرہ کپڑے کی قسمت، غالب
جس کی قسمت میں ہو عاشق کا گریباں ہونا

مشکل الفاظ کے معانی: ○ **حیف:** افسوس ○ **گریباں:** لباس کا وہ حصہ جو گلے سے شروع ہو کر نیچے لٹکتا رہتا ہے

مفہوم: وہ چار گرہ کپڑا جس سے عاشق کا گریبان بنایا گیا ہو۔ اس کی قسمت پر افسوس ہے کہ وہ بار بار پھاڑا جاتا رہے گا۔ سلامت نہیں رہے گا۔

تشریح: لمبائی کے موجودہ پیمانے میں ایک چوتھائی میٹر سے بھی کم وہ کپڑا جس سے کسی عاشق کا گریبان بنایا جائے۔ اُس کی قسمت پر غالب افسوس کرتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ عاشق اپنا گریبان کبھی سلامت نہیں رہنے دیتا۔ عشق اختیار کرنے والے کو اپنے ماحول بلکہ اپنے وجود میں بھی گھٹن محسوس ہوتی ہے۔ وہ اس گھٹن سے نکل بھاگنا چاہتا ہے۔ وہ کسی پابندی کو برداشت نہیں کرتا۔ اس گھٹن سے نجات پانے کا اسے ایک ہی راستہ نظر آتا ہے کہ وہ اپنا گریباں چاک چاک کرتا رہتا ہے۔ چارہ گر بے شک عمر بھر رفو کرتے رہیں لیکن اس سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ عاشق نے گریبان کو تار تار کرتے ہی رہنا ہے۔ غالب کو اسی چار گرہ کپڑے کی قسمت پر افسوس ہے کہ وہ جسم ڈھانپنے کے کام نہیں آ سکتا۔ مہذب لوگ اپنا سینہ بھی ڈھانپ کر رکھتے ہیں۔ اس پر بٹن لگاتے ہیں لیکن عاشق تہذیب کی اس روش اور پابندی سے آزاد ہوتا ہے۔ وہ اپنا گریبان سلامت نہیں رہنے دیتا یہی اُس کی عشق کے علامت بنتا ہے۔ اس عشق کی علامت کی نذر تو وہ کپڑا ہی ہوگا جس سے عاشق کا گریبان بنایا جائے گا۔

2۔ غزل ــــــ مرزا اسد اللہ خاں غالب

شعر 1: کسی کو دے کے دِل کوئی نوا سنجِ فغاں کیوں ہو
نہ ہو جب دِل ہی سینے میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو

مشکل الفاظ کے معانی: ○ **دل دینا:** عاشق ہونا، محبت ہونا، دل آنا ○ **نوا سنج فغاں:** فریاد کرنے والا۔

مفہوم: جب کسی کو دِل دے دیا جائے تو اس کے نتیجے میں پیش آنے والی مصیبتوں کی شکایت کرنے کا کیا مطلب؟ دِل دینے کے بعد آہ و فغاں کرنا بے معنی ہے۔

تشریح: غالب غزل کے اِس مطلع میں ایک عاشق کی بنیادی خصوصیات میں سے صبر و ضبط کی شرط کا ذِکر کرتے ہیں کہ عاشق کے لیے لازم ہے کہ وہ ہر قسم کے حالات، مصائب اور آلام کا مقابلہ صبر و ضبط سے کرے۔ عاشق کے پہلو میں اس کا دِل موجود نہیں کیونکہ وہ تو اِس نے محبوب کو دے دیا ہے۔ دِل موجود نہ ہو تو پھر دُکھ درد کا

احساس کیوں ہو جب دُکھ درد کا احساس نہ ہو تو ہائے ہائے کرنے یا دُکھ کا اظہار کرنے کا کیا مطلب؟ ''دِل دینا'' کو اگرچہ معنوی انداز میں لیا جاتا ہے لیکن شاعر نے یہاں دِل دینا کو دِل دے ہی دینا کے معنوں میں لیا ہے' جیسے دِل واقعی نکال کر دے دینا۔ اس کا اظہار غالب نے اپنے ایک اور شعر میں یوں کیا ہے۔

ے تم شہر میں ہو تو ہمیں کیا غم جب اُٹھیں گے
لے آئیں گے بازار سے جا کر دِل و جاں اور

گویا دِل اور جان کو جنس سمجھا جا رہا ہے۔ دِل دینا کو غالب نے انہی معنوں میں لیا ہے۔ وہ ایک نو وارد عشق کو مشورہ دے رہے ہیں کہ عشق کی منزلیں بہت کٹھن ہیں۔

غالب کا کہنا یہ ہے کہ عشق اختیار کرو تو تکالیف برداشت کرنے کا حوصلہ بھی پیدا کرو' تکالیف سے گھبرا کر واویلا کرنا عشق کی توہین ہے۔ دل کو درد کا احساس ہوتا ہے' درد سے بلبلا اُٹھتا ہے لیکن جب عاشق یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اُس نے دِل محبوب کو دے دیا ہے تو پھر درد کا احساس کیوں؟ درد کا احساس ہو تو زبان سے آہ و فغاں نکلتی ہے۔ دل پہلو میں نہیں ہے تو منہ میں زبان کیوں ہے۔ خاموش رہو اور برداشت کرو۔

ے زخم پہ زخم کھا کے جی اپنے لہو کے گھونٹ پی
آہ نہ کر لبوں کو سی عشق ہے دِل لگی نہیں

شعر 2: وہ اپنی خُو نہ چھوڑیں گے، ہم اپنی وضع کیوں بدلیں
سُبک سر بن کے کیا پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو؟

مشکل الفاظ کے معانی: ○ **خو:** فطرت' عادت' خصلت' ڈھنگ' چلن ○ **وضع:** شکل وصورت' حلیہ' ظاہری حالت' طور طریق ○ **سبک سر:** کم حوصلہ' بے عزت' بے وقار' اوچھا ○ **سرگراں:** خفا' ناراض' ناخوش

مفہوم: محبوب' ہم سے ناراض ہونے کی عادت نہیں چھوڑ سکتا۔ تو ہم بھی اپنی وضع داری چھوڑ کر اپنے آپ کو بے وقار کر کے یہ نہیں پوچھیں گے کہ اے محبوب ہم سے خفا کیوں ہو؟

تشریح: مرزا غالب اپنے اِس شعر میں محبوب کے خفا ہونے کی عادت کا ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محبوب جو اپنے حُسن و جمال کے نشے میں مست ہے، اُسے چاہنے والوں کی کمی نہیں ہے۔ اس لیے وہ خفا بھی جلدی ہو جاتا ہے اکثر اوقات ایسی معمولی باتوں پر خفا ہو جاتا ہے کہ عاشق کو پتا بھی نہیں چلتا۔ ہاں محبوب کی طرف سے خفگی اور ناراضی کا اظہار ضرور ہوتا رہتا ہے۔ عاشق کو دیکھ کر منہ پھیر لینا یا ماتھے پر بل ڈالنا' بات کا جواب نہ دینا اس کا معمول بن گیا ہے۔ وہ اپنی عادت نہیں چھوڑتا۔ عاشق' محبوب کے حُسن سے کتنا ہی متاثر اور اس پر فریفتہ کیوں نہ ہو اس کی وضع داری اور عزتِ نفس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ بھی اپنے آپ کو اپنے رُتبے اور درجے سے نہ گرائے۔ عاشق ایسا گرا پڑا بھی نہیں ہے۔ وہ زندگی گزارنے کا سلیقہ جانتا ہے۔ حوصلہ مند ہے اپنے عشق کی قدر و منزلت جانتا ہے۔ وہ کوئی گھٹیا انداز اختیار کر کے محبوب سے کیوں پوچھے کہ جناب والا! آپ مجھ سے ناراض کیوں

ہیں؟ بقول پروفیسر محمد اشرف خان شرف

خوددار تھے وہ' خوددار ہیں ہم' وہ آ نہ سکے ہم جا نہ سکے
اِک عمر کٹی اور مٹ نہ سکیں ماتھے کی شکستہ تحریریں

شعر3: کیا غمخوار نے رُسوا' لگے آگ اس محبت کو
نہ لاوے تاب جو غم کی وہ میرا رازداں کیوں ہو

مشکل الفاظ کے معانی: ○ **غمخوار**: ہمدرد' دُکھ درد' رنج وراحت کا شریک ○ **رسوا**: بدنام' ذلیل' خوار' بے عزت ○ **لگے آگ**: بددُعا ہے' جل جائے' تباہ ہو جائے' اُجڑ جائے۔

مفہوم: میرے غمخوار نے میری محبت کی تھوڑی سی کیفیت سنی تو بے قراری میں آ کر سب کے سامنے میرے عشق کا راز فاش کر دیا۔ اس طرح میں بدنام ہو کر رہ گیا۔ ایسے رازدان شخص کا کیا فائدہ جس کی بے قراری نے مجھے نقصان پہنچایا۔

تشریح: غزل کے اس شعر میں غمخوار ساتھی کی ناسمجھی سے شاعر کو پہنچنے والے نقصان کا ذکر کیا گیا ہے۔ غالب کو عشق میں پہنچنے والی تکالیف کا احساس کر کے اس کے ہمدرد رازداں نے بے قرار ہو کر اس کی محبت کا راز لوگوں کے سامنے فاش کر دیا۔ شاعر تو اپنی محبت کو ایک راز بنا کر سینے میں دفن کیے بیٹھا تھا۔ بیمارِ محبت تھا' اِس کے ہمدرد رازداں کو جب اس کی طبیعت کی ناسازی یعنی عشق میں پیدا ہونے والی کیفیت کا پتہ چلا تو وہ بے قرار ہو کر آیا اور لوگوں کے سامنے اِس کی محبت کا راز فاش کر دیا۔ غالب کہتا ہے کہ اُس کی ایسی محبت' ایسی ہمدردی کو آگ لگے کہ میرے راز کو راز نہ رکھ سکا' مجھے ایسے رازداں کی کیا ضرورت' جو مجھے فائدہ پہنچانے کے بجائے نقصان پہنچا دے۔ ایسا کم ظرف اور غیر متحمل مزاج آدمی میرا رازداں کیوں ہو۔ مَیں اس کو اپنا رازداں بنانے کو تیار نہیں۔ گویا ایسے بیوقوف دوست کی مجھے ضرورت نہیں۔ بھاڑ میں جائے اِس کی محبت' ہمدردی اور غمخواری۔ شعر کا غور طلب پہلو یہ ہے کہ شاعر خود تو ہر مصیبت خاموشی سے برداشت کر رہا تھا لیکن نادان رازداں کی حرکت نے شاعر کے ساتھ محبوب کو بھی رُسوا کیا جو شاعر کے لیے انتہائی ناراضی کا باعث ہوا۔ دوسرا مصرع غمخوار کی مذمت میں کہا گیا ہے۔

شعر4: یہ کہ سکتے ہو ہم دِل میں نہیں ہیں' پر یہ بتلاؤ
کہ جب دِل میں تمہی تم ہو' تو آنکھوں سے نہاں کیوں ہو

مشکل الفاظ کے معانی: ○ **نہاں**: چھپا ہوا' اوجھل' پوشیدہ

مفہوم: اے محبوب! تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ تم ہمارے دِل میں موجود نہیں ہو' جب دِل میں صرف تمہی تم ہو تو پھر ہمیں یہ بتاؤ کہ تم ہماری آنکھوں سے اوجھل کیوں ہو۔

تشریح: مرزا غالب اپنے اس شعر میں سوالیہ انداز اختیار کرتے ہوئے اپنے بارے میں اپنے محبوب سے پوچھتے ہیں کہ کیا تم یہ کہہ سکتے ہو کہ میرے دل میں تم نہیں ہو؟ یعنی تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ تم میرے دل میں موجود نہیں ہو۔

ایسے سوالیہ انداز کو استفہامِ انکاری کہتے ہیں۔ یہ انداز اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کسی شخص کو یہ یقین ہو کہ میں جو سوال پوچھوں گا' اس کا جواب دینے والا وہ جواب دے گا' جو میں سننا چاہتا ہوں گویا عاشق کو اپنی محبت اور محبت کے سلسلوں میں اُٹھائی جانے والی تکلیفوں کی وجہ سے یقین ہے کہ محبوب اس بات سے واقف ہے کہ میں صرف اسی سے محبت کرتا ہوں میرے دِل میں محبوب کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔ اس لیے وہ محبوب سے سوال کرتا ہے کہ کیا تم یہ کہہ سکتے ہو کہ میرے دِل میں صرف تم نہیں ہو؟ جب اِس بات کا جواب اثبات میں ہے تو پھر مجھے یہ بتاؤ کہ محبت کی یہ کونسی ادا ہے۔ عاشق کے دِل میں جب صرف ایک ہی محبوب ہے تو محبوب نے اپنے آپ کو عاشق کی نظروں سے اوجھل کیوں رکھا ہوا ہے۔ میری آنکھوں کو اپنے حُسن کے جلووں سے فیضیاب کرو۔ بقول شاعر:

؎ جو مری آنکھ کے پردوں میں نہاں رہتا ہے
پوچھتا پھرتا ہوں وہ شخص کہاں رہتا ہے

شعر 5: یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے
ہوئے تم دوست جس کے' دُشمن اُس کا آسماں کیوں ہو

مشکل الفاظ کے معانی: ○ **فتنہ** : فساد' جھگڑا' چالاکی' شرارت ○ **خانہ ویرانی**: گھر کی بربادی

مفہوم: تمہارا کسی پر مہربان ہونا کسی فتنے سے کم نہیں' تمہاری دوستی میرے گھر کی بربادی کے لیے کافی ہے۔ تم جس کے دوست بن جاؤ۔ اُس کی دُشمنی کے لیے آسمان کو دُشمن ہونے کی کیا ضرورت ہے؟

تشریح: مرزا غالب اس شعر میں محبوب کی دوستی کو اپنے گھر کی بربادی کا موجب قرار دے رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم وہ فتنہ وفساد ہو جس کے ہوتے ہوئے آسمان کو آدمی کے ساتھ دُشمنی کرنے کی ضرورت نہیں کہ اس کا گھر برباد کرے۔ کہا جاتا ہے کہ آسمان' انسان کا دُشمن ہے جو لوگوں کی آرزوئیں پوری نہیں ہونے دیتا۔ اسی لیے اچانک نازل ہونے والی مصیبت کو آسمانی مصیبت اور آفت کہا جاتا ہے۔ دراصل یہ خیال عربی شاعری میں زمانۂ جاہلیت سے چلا آ رہا ہے' جب عربی لٹریچر فارسی زبان میں منتقل ہوا تو یہ خیال فارسی زبان میں استعمال ہونے لگا' فارسی لٹریچر جب اُردو زبان میں منتقل ہوا تو یہی خیال اردو شاعری میں بھی در آیا۔ چنانچہ غالبؔ اس شعر میں جو خیال پیش کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ اگرچہ آسمان ہمارا دُشمن ہے وہ کسی کو خوش نہیں دیکھ سکتا' کسی کی آرزو پوری نہیں ہونے دیتا۔ وہ ایک فتنہ ہے لیکن اُس سے بھی بڑا اور زبردست فتنہ محبوب کی ذات ہے' جس کی محبت' عاشق کی ذات ہی کو نہیں اس کے گھر کو بھی برباد کر دیتی ہے۔ غالبؔ کہتے ہیں کہ ''اے میرے محبوب تم جس کے دوست بن جاؤ تو گویا وہ دوستی نہیں دُشمنی ہے۔ اِس دُشمنی کے مقابلے میں اس شخص کے ساتھ آسمان کو دُشمنی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تو ہی اُسے اور اُس کے گھر کو برباد کرنے کو کافی ہے۔ محبوب کی محبت اور دوستی میں عاشق کا ذہن صرف ایک خیال پر مرکوز ہو کر رہ جاتا ہے۔ اسے محبوب کے سوا دُنیا کی کسی چیز اور کسی کام سے دلچسپی نہیں رہتی۔ اسے اپنے مستقبل کی فکر نہیں ہوتی۔

شعر 6: یہی ہے آزمانا تو ستانا کس کو کہتے ہیں
عدو کے ہو لیے جب تم تو میرا امتحاں کیوں ہو

مشکل الفاظ کے معانی: ○ آزمانا: امتحان لینا ○ ستانا: تنگ کرنا ○ عدو: دشمن۔

مفہوم: جب تم نے میرے رقیب یا دشمن سے دوستی قائم کر لی تو میری محبت کو آزما کر میرا امتحان کیوں لیتے ہو، خود تم عدو کے محبوب بن گئے ہو اور اپنی اس دوستی کو میری آزمائش قرار دیتے ہو تو بتاؤ تنگ کرنا اور ستانا کسے کہتے ہیں؟

تشریح: غالبؔ اس شعر میں محبوب کا رقیب سے تعلق قائم ہونے پر دل گرفتہ ہی نہیں، غصے کا اظہار بھی کر رہے ہیں۔ محبوب کا تعلق جب تک عاشق کے ساتھ قائم رہتا ہے تو عاشق محبوب کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ جیسے چاہے اپنے ساتھ عاشق کی محبت کو آزمائے، جس طرح چاہے عاشق کا امتحان لے لیکن اگر محبوب عاشق کے رقیب سے دوستی کر لے تو پھر محبوب کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ عاشق سے یہ کہے کہ مَیں تو تمہاری محبت کو آزما رہا تھا۔ شاعر کہتا ہے کہ اے محبوب! جب تم میرے رقیب ہی کے ہو گئے ہو تو پھر میرا امتحان کیوں؟ اگر اِس عمل کو تم مجھے اور میری محبت کو آزمانے کا نام دیتے ہو تو تم خود ہی بتاؤ کہ پھر تنگ کرنا یا ستانا کس عمل کو کہتے ہیں۔ یہاں شاعر کو اِس بات کا یقین ہے کہ محبوب بھی یہی کہے گا کہ واقعی اس عمل ہی کو ستانا اور تنگ کرنا کہتے ہیں۔ آزمانے کے لیے ضروری تھا کہ محبوب کا تعلق صرف عاشق کے ساتھ قائم رہتا اس کے سوا کسی اور سے خصوصاً رقیب سے تعلق نہ ہوتا۔ اب تو اُس نے رقیب کے ساتھ دوستی کرنے کا قطعی فیصلہ کر کے اس پر عملدرآمد بھی کر لیا ہے، جب فیصلہ ہو ہی چکا ہے تو یہ آزمائش نہیں بلکہ واقعی دلآزاری ہے۔

شعر 7: نکالا چاہتا ہے کام کیا طعنوں سے تو غالبؔ
ترے بے مہر کہنے سے، وہ تجھ پر مہرباں کیوں ہو

مشکل الفاظ کے معانی: ○ کام نکالنا: مطلب نکالنا ○ بے مہر: بے مروت، بے رحم

مفہوم: اے غالبؔ! کیا اب تو اپنے محبوب کو بے مروت کہہ کر اپنا مطلب نکالنا چاہتا ہے کہ وہ تجھ پر مہربان ہو جائے، ایسا نہیں ہو سکتا۔

تشریح: غالبؔ انسانی نفسیات کا بڑا گہرا مطالعہ رکھتے ہیں۔ یہ ایک فطری سی بات ہے کہ ہم کسی نکمے شخص کو نکما ہونے کا طعنہ دے کر لائق نہیں بنا سکتے بلکہ وہ اور بھی نالائقی اور نکما پن دِکھائے گا اور سمجھے گا کہ

ع ہم پہ الزام تو ویسے بھی ہے، ایسے بھی سہی

غالبؔ نے جب اپنے محبوب کو دیکھا کہ وہ کسی صورت اس پر مہربان نہیں ہوتا، بے مروتی، کج ادائی اور بے مہری سے پیش آتا ہے تو وہ اپنے محبوب کو بے مہر ہونے کا طعنہ دیتا ہے۔ غالبؔ اس بات کو سمجھتا ہے کہ جب کسی شخص کو اس کے کسی بھی عمل کا طعنہ دیا جائے تو وہ نفسیاتی طور پر اس عمل پر ڈٹ جاتا ہے۔ اس سے گریز